میری راے یہ ہے کہ اہلِ معصیت دوطرح کے ہیں: ایک وہ ہیں جو گناہ کرتے ہیں لیکن گناہوں پر شرمندہ بھی ہیں اور اسلام سے ان کا رشتہ باقی بھی ہے۔ ان گنہ گاروں کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔ البتہ وہ حضرات جو صرف نام کے مسلمان ہوں اور اسلامی احکام وشعائر کا مذاق اُڑاتے ہوں، تو انھیں زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جاسکتی۔ (م ی ق، ایضاً، ص ۱۴۷-۱۴۹)

مختلف النوع تجارتی اموال پر زکوٰۃ

س: اس زمانے میں رأس المال، یعنی اصل پونجی جسے ہم تجارت میں لگاتے ہیں اس کی مختلف صورتیں ہیں، مثلاً:

۱- بعض اوقات اصل پونجی متحرک شکل میں ہوتی ہے، مثلاً کاریں، کل پرزے اور ہر وہ تجارتی چیز جو فروخت کی خاطر دکانوں میں رکھی جاتی ہے، مثلاً کپڑے اور کھانے کی چیزیں وغیرہ۔

۲- بعض اوقات پونجی اس نوعیت کی ہوتی ہے کہ وہ اپنی جگہ ثابت ہوتی ہے، مثلاً آفس، کمپیوٹر اور آفس میں ڈیکوریشن یا ضرورت کی خاطر استعمال کیے جانے والے فرنیچر۔

۳- بعض اوقات پونجی جایداد کی صورت میں ہوتی ہے، مثلاً عمارت اور زمین۔

۴- بعض اوقات پونجی قرضوں کی صورت میں ہوتی ہے اور قرضے بھی مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ بعض کی واپسی ممکن ہوتی ہے خواہ تاخیر سے ہو اور بعض کی واپسی تقریباً ناممکن ہوتی ہے۔

یہ ہیں تجارت میں لگائی گئی پونجی کی چند صورتیں۔ اس دور میں تجارت میں اس قدر تنوع اور توسع آچکا ہے کہ زکوٰۃ نکالنے والے بعض دفعہ حیران و پریشان رہتے ہیں کہ کس مال میں زکوٰۃ نکالی جائے اور کس میں نہیں؟ آپ سے تشفی بخش جواب مطلوب ہے۔

ج: آپ نے جس طرح ترتیب وار صورتوں کا تذکرہ کیا ہے، میں بھی اسی ترتیب سے جواب دیتا ہوں:

۱- پہلی صورت، یعنی وہ اصل پونجی جو متحرک شکل میں ہوتی ہے، مثلاً کاریں جو فروخت کی

خاطر ہوتی ہیں یا کپڑے اور جوتے وغیرہ جو دکانوں میں فروخت کی خاطر رکھے جاتے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں انھیں عروض التجارۃ کہتے ہیں، یعنی وہ تجارتی اشیا جنھیں فروخت کر کے ان سے نفع کمانا مقصود ہو۔ چونکہ عروض التجارۃ سے نفع کمانا مقصود ہوتا ہے اس لیے اس میں زکوٰۃ فرض ہے۔

۲- اسی طرح وہ چیزیں جو متحرک نہیں بلکہ ثابت صورت میں ہوتی ہیں، مثلاً آفس کا فرنیچر اور کمپیوٹر، ٹائپ رائٹر وغیرہ تو انھیں عروض التجارۃ (مالِ تجارت) نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ وہ مالِ تجارت نہیں جن سے نفع کمانا مقصود ہوتا ہے بلکہ نفع کمانے کے لیے انھیں استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فقہا کا قول ہے: ''وہ برتن، فرنیچر اور الماریاں وغیرہ جن میں تجارتی اشیا رکھی جاتی ہیں یا جنھیں تجارت میں استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً ترازو وغیرہ تو زکوٰۃ کی خاطر ان کی قیمت نہیں لگائی جانی چاہیے اور نہ ان پر زکوٰۃ فرض ہے۔

۳- جایداد اگر تجارتی نقطۂ نظر سے خریدی جائے اور اسے فروخت کر کے اس سے فائدہ کمانا مقصود ہو تو اس جایداد کی قیمت لگا کر اس پر زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔ البتہ اگر زمین خرید کر اس پر کرایہ کی خاطر گھر یا دکان بنائی جائے، تو اس زمین پر نہیں بلکہ اس کے کرایے پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ اس صورت میں زکوٰۃ کی شرح کیا ہوگی؟ ڈھائی فی صد زکوٰۃ ادا کی جائے گی جیسا کہ عروض التجارۃ میں ہے یا ۵ فی صد یا ۱۰ فی صد، جیسا کہ کھیتی کی زمین میں غلے پر زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے۔

۴- رہے قرضے تو ان میں سے وہ قرضے جن کی واپسی ناممکن ہو ان پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ اگر کسی زمانے میں واپس ہو جائیں تو ان پر ایک سال کی زکوٰۃ فرض ہے۔ البتہ وہ قرض جن کی واپسی عین ممکن ہو تو انھیں اپنی ملکیت تصور کر کے ان پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

تجارت کی ایک صورت اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی کمپنی کی ایجنسی لے لی جائے اور اپنی ایجنسی میں کمپنی کا سامان فروخت کی خاطر رکھا جائے۔ اس سامان کا حکم یہ ہے کہ اس کی حیثیت امانت کی سی ہوتی ہے۔ یہ سامان کمپنیوں کی طرف سے بطور امانت ایجنسیوں میں رکھے جاتے ہیں۔ اس لیے ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ (م ی ق، ایضاً، ص ۱۳۶-۱۳۷)